AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

استحسان کے شرائط وارکان کا تحقیقی جائزہ اور عصری معنویت

"AN ANALYTICAL STUDY OF THE ESSENTIAL CONDITIONS AND CONSTITUTIVE PILLARS OF ISTIHSAN WITH SPECIAL REFERENCE TO ITS CONTEMPORARY RELEVANCE"

Muhammad Bilal
muftibilaltaaj87gmail.com
PhD Scholar, Islamic Studies,Abdul Wali Khan University Mardan, Pakistan.
Professor Dr. Muhammad Tahir
Muhammad-tahir@awkum,edu.pk
Dean, Faculty of Arts and Humanities,Abdul Wali Khan University Mardan, Pakistan
Dr. Burhanuddin
Assistant Professor,Higher Education Department, Khyber Pakhtunkhwa, Pakistan

Abstract

This research article presents a comprehensive analytical study of Istihsan (juristic preference) with particular focus on its essential pillars (arkān), conditions (shurūṭ), and contemporary relevance. The study examines the structural components of Istihsan, namely al-maʿdūl ʿanhu (the original analogy or general rule), al-maʿdūl ilayh (the preferred ruling), and wajh al-ʿudūl (the legal rationale for departure), as elaborated in classical works of Ḥanafī uṣūl such as al-Sarakhsī, al-Bazdawī, al-Nasafī, al-Ṣadr al-Sharīʿah, and others. Through textual analysis, the research demonstrates that Istihsan does not represent arbitrary reasoning but rather a principled juristic mechanism grounded in stronger evidence, necessity, public interest, or removal of hardship.

The article further explores the evidentiary basis of Istihsan in the Qur'an, Sunnah, and juristic practice, highlighting its methodological legitimacy within Islamic legal theory. In addition, the study addresses the contemporary significance of Istihsan in modern legal and socio-economic contexts, including Islamic finance, technological developments, and evolving contractual frameworks. It argues that Istihsan serves as a dynamic tool for harmonizing foundational legal principles with changing realities while preserving the objectives of Sharīʿah (maqāṣid al-sharīʿah).

The findings suggest that Istihsan embodies methodological flexibility within the framework of legal discipline, enabling jurists to balance strict analogy with higher objectives of justice, equity, and public welfare.

Keywords
Istihsan; Juristic Preference; Islamic Legal Theory; Usul al-Fiqh; Qiyas; Hanafi School; Legal Maxims; Contemporary Fiqh; Maqasid al-Shari'ah; Legal Methodology

استحسان فقہ اسلامی کا ایک اہم اور نمایاں اصول ہے، جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ کسی قیاس یا دلیل کے ظاہری نتائج کے بر خلاف حکم وضع کیا جائے تا کہ شریعت کے مقاصد اور عمومی مفاد کو مؤثر اور مناسب انداز میں حاصل کیا جاسکے۔ اس اصول کی افادیت اس میں ہے کہ یہ فقہی دلائل میں لچک پیدا کرتا ہے، عملی مسائل کے حل کو آسان بناتا ہے، اور شریعت کے روحانی و مقاصدی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ فیصلے ممکن بناتا ہے۔

استحسان کی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ یہ صرف قیاس کی محدودیت سے باہر نکلنے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک منہجی اور اصولی فریم ورک فراہم کرتا ہے جس کی بنیاد پر فقہاء مختلف حالات میں شریعت کے عمومی مفاد کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ اس کا اطلاق نہ صرف تاریخی فقہی مسائل بلکہ موجودہ دور کے سماجی، قانونی اور اخلاقی چیلنجز میں بھی مؤثر ہے، جس سے اس کی عصری معنویت اور علمی افادیت واضح ہوتی ہے۔ ذیل میں استحسان کی تعریف، شرائط اور ارکان ملاحظہ ہو!

استحسان کی لغوی تعریف

استحسان، لفظ "حُسن" سے ماخوذ ہے اور صرفی اعتبار سے بابِ استفعال کا مصدر ہے۔ لغوی طور پر اس کے معنی کسی چیز کو اچھا یا پسندیدہ سمجھنا ہیں۔ اس کے بالمقابل لفظ "استقباح" آتا ہے، جس کے معنی کسی چیز کو ناپسند یا قبیح سمجھنا ہیں۔

لغوی تعریف کے حوالے سے اصولیین نے ذکر کیا ہے:

"الاستحسان لغة وجود الشيء حسنا، يقال استحسنت كذا أي اعتقدته حسنا على ضد الاستقباح"

"استحسان لغت میں کسی شے کو حسن و خوبی کا حامل سمجھنے کو کہتے ہیں۔"

علامہ سرخسی استحسان کے لغوی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:[1]

"الاستحسان لغة طلب الأحسن للاتباع"

"استحسان لغت میں "احسن کی طلب" ہے، تاکہ اس کی اتباع کی جائے۔"

اسی طرح شرح التلویح علی التوضیح میں بیان کیا گیا ہے کہ استحسان کا اطلاق کبھی اس امر پر بھی ہوتا ہے جس کی طرف انسان کا ذاتی رجحان ہو، خواہ دوسروں کے نزدیک وہ قابلِ قبول نہ ہو۔

اصولیین نے استحسان کی متعدد تعریفیں بیان کی ہیں، جن میں مشترکہ مفہوم یہ ہے کہ کسی ظاہری قیاس سے عدول کر کے قوی تر دلیل اختیار کی جائے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:[2]

"هو ترك القياس والأخذ بما هو أوفق للناس".

یعنی استحسان قیاس کو ترک کر کے ایسا حکم اختیار کرنا ہے جو لوگوں کے لیے زیادہ مناسب اور آسان ہو۔(الأصول للسرخسی(

علامہ فقیہ حلوانی کے نزدیک:

استحسان وہ ہے کہ قیاس کو کسی قوی دلیل (کتاب اللہ، سنت یا اجماع) کی وجہ سے ترک کر دیا جائے۔

امام بزدوی لکھتے ہیں:[3]

"العدول عن موجب قياس إلى قياس أقوى منه"

"ایک قیاس کے تقاضے سے عدول کر کے اس سے قوی تر قیاس اختیار کرنا۔"

علامہ کرخی استحسان کی تعریف میں فرماتے ہیں:[4]

"الاستحسان هو أن يعدل الإنسان عن أن يحكم في مسألة بمثل ما حكم به في نظائرها إلى خلافه لوجه هو أقوى من الأول"

"کسی مسئلہ میں اس کے نظائر کے مطابق حکم دینے کے بجائے کسی قوی تر وجہ کی بنا پر مختلف حکم دینا استحسان ہے۔

امام ابو بکر ابن عربی کے مطابق:[5]

"ترك مقتضى الدليل على طريق الاستثناء والترخص لمعارض راجح".

"کسی راجح معارض کی وجہ سے دلیل کے بعض تقاضوں کو بطور استثناء یا رخصت ترک کرنا استحسان کہلاتا ہے۔

ان تمام تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ استحسان صرف ذوقی پسندیدگی نہیں بلکہ ایک منہجی اصول ہے، جس کے تحت قیاسِ ظاہری سے عدول کر کے قوی تر دلیل، مصلحت یا ضرورت کو اختیار کیا جاتا ہے۔

استحسان کا ثبوت قرآن سے

استحسان کے مشروع و معتبر ہونے پر اصولیین نے قرآن کریم سے بھی استدلال کیا ہے۔ اگرچہ لفظ "استحسان" بطور اصطلاح قرآن میں نہیں آیا، تاہم ایسے نصوص موجود ہیں جو "احسن کی اتباع"، "رفعِ حرج" اور "رخصت" کے اصول کی تائید کرتے ہیں۔

1-احسن کی اتباع

"فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ"[6]

یہ آیت احسن کی پیروی کی تلقین کرتی ہے، جس سے اصولیین نے استحسان کے مفہوم پر استدلال کیا ہے۔

"فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا"

یہاں بھی "احسن" کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

2-رفع حرج اور رخصت

"فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ"[7]

یہ آیت حرمت کے عمومی حکم سے استثناء بیان کرتی ہے، جو ضرورت کی حالت میں رخصت کے اصول کی مثال ہے۔

"وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا"

نمازِ قصر کے متعلق یہ آیت بھی رفع حرج اور رخصت کی ایک واضح مثال ہے، جو استحسانی منہج کی تائید کرتی ہے۔

قرآنی نصوص کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ استحسان ایک معتبر فقہی اصول ہے۔ اگرچہ لفظ "استحسان" قرآن میں صریحاً نہیں آیا، لیکن متعدد آیات جیسے "احسن کی پیروی" اور "رفع حرج" کے اصول اس کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ یہ نصوص بتاتی ہیں کہ قیاس کی سختی سے ہٹ کر قوی دلیل، مصلحت اور آسانی کو مقدم رکھنا جائز اور ضروری ہے۔ نتیجتاً استحسان نہ صرف شرعی اعتبار سے مشروع ہے بلکہ عملی اور عصری مسائل میں اس کا اطلاق بھی مؤثر اور مفید ہے۔

استحسان کے ارکان

استحسان تین بنیادی اجزاء سے وجود پذیر ہوتا ہے، جنہیں ہم اس کے ارکان کہہ سکتے ہیں:

1-معدول عنہ

2-معدول الیہ

3-وجہ عدول

رکن اوّل: معدول عنہ (قیاس جلی)

استحسان کی تعریفات میں ہمیشہ قیاس جلی کا ذکر آتا ہے، جیسے:

"ترک قیاس جلی إلى قیاس خفی"

یعنی واضح قیاس کو چھوڑ کر کسی مستثنیٰ یا قوی تر قیاس کو اختیار کرنا۔

قیاس کے معنی اور حدود

فقہاء اور اصولیین کے نزدیک استحسان کے قیاس کے چند معنی شامل ہیں:

1. نص عام یا قاعدہ منصوصہ
2. حکم قیاسی
3. قاعدہ کلیہ جو مختلف نصوص اور دلائل سے مستنبط ہو

اس کے تحت نصوص، اصول شرعیہ، قواعد کلیہ اور قیاس اصطلاحی سب شامل ہوتے ہیں۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:[8]

"الاستحسان ترک القیاس لأجل ما هو أحق بالاتباع"

"استحسان وہ ہے جس میں قیاس ترک کر کے اس حکم کی پیروی کی جائے جو لوگوں کے لیے زیادہ مناسب اور آسان ہو۔

ابن ہمام بھی فرماتے ہیں:[9]

الا استحسان إلا معارضا لقیاس"

"استحسان قیاس کے بغیر نہیں ہوتا، اور کسی مسئلہ میں حکم استحسانی اس وقت تک ثابت نہیں ہو گا جب تک کہ اس مسئلہ کے متعلق کوئی دوسرا حکم قیاسی موجود نہ ہو۔

وھبہ زہیلی لکھتے ہیں:[10]

"الاستحسان هو التراجع عن قیاس ظاهر إلى حكم أقوى منه ثابت من الكتاب أو السنة أو الإجماع"

"استحسان وہ عمل ہے جس میں ظاہری قیاس کو چھوڑ کر کسی قوی دلیل پر مبنی حکم اختیار کیا جائے، خواہ وہ قرآن، سنت یا اجماع سے مستنبط ہو۔"

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قیاس جلی کی اقسام

علامہ سمرقندی فرماتے ہیں:[11]

"والجلي أنواع: قياس بالعلة المنصوصة، وقياس بالعلة المجمع عليها، وقياس بالعلة المعلومة ببديهة العقل"

یعنی واضح قیاس تین قسموں پر مشتمل ہے:

- نصوص سے ثابت علت پر قیاس
- اجماع سے ثابت علت پر قیاس
- عقل سے ظاہر علت پر قیاس

اسی طرح امام کرخی بھی فرماتے ہیں کہ استثناء یا عدول اس وقت جائز ہے جب یہ قاعدہ کلیہ یا قاعدہ مستقرۃ فی الشرع کے خلاف نہ ہو بلکہ قوی دلیل اور مصلحت پر مبنی ہو۔

خلاصہ یہ ہوا کہ استحسان میں معدول عنہ (قیاس جلی) سے مراد وہ تمام قواعد و نصوص ہیں جو کسی مسئلہ کے عام حکم کو قائم کرتے ہیں، بشمول نصوص خاص، قواعد کلیہ، اصول شرعیہ اور قیاس اصطلاحی۔ یہ رکن استحسان کی بنیاد اور شرط ہے، کیونکہ استحسان ہمیشہ کسی موجودہ قیاس یا اصول کے مقابلے میں عمل کرنے کو کہا جاتا ہے۔

رکن دوم: معدول الیہ

استحسان کے ارکان میں دوسرا بنیادی رکن معدول الیہ ہے۔ اس سے مراد وہ راجح اور اقویٰ دلیل ہے جس کی طرف مجتہد قیاسِ جلی یا عام قاعدہ سے عدول کرتے ہوئے رجوع کرتا ہے۔ چونکہ استحسان محض قیاس کے ترک کا نام نہیں بلکہ کسی قوی تر دلیل کو اختیار کرنے کا منہجی عمل ہے، اس لیے معدول الیہ کی تعیین استحسان کے صحیح فہم کے لیے نہایت اہم ہے۔

امام سرخسی لکھتے ہیں:[12]

"الاستحسان هو ترك القياس والعمل بما هو أقوى منه من دليل"

ترجمہ: استحسان یہ ہے کہ قیاس کو ترک کرکے اس دلیل پر عمل کیا جائے جو اس سے زیادہ قوی ہو۔

اسی تسلسل میں امام سرخسی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:[13]

"العدول في المسألة عن مثل ما حكم به في نظائرها لدليل يوجب هذا العدول".

ترجمہ: کسی مسئلہ میں اس حکم سے عدول کرنا جو اس کے نظائر میں دیا گیا ہو، ایسی دلیل کی بنا پر ہوتا ہے جو اس عدول کا تقاضا کرے۔

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ معدول الیہ محض ایک بدیل حکم نہیں بلکہ وہ دلیل ہے جو قیاس کے مقابلے میں اقویٰ اور موجبِ ترجیح ہو۔

امام فخر الاسلام بزدوی لکھتے ہیں:[14]

"العدول عن موجب قياس إلى قياس أقوى منه، أو إلى دليل هو أقوى منه"

ترجمہ: کسی قیاس کے تقاضے سے عدول کرکے ایسے قیاس کی طرف رجوع کرنا جو اس سے زیادہ قوی ہو، یا کسی ایسی دلیل کی طرف جو اس سے بڑھ کر ہو۔

یہ عبارت اس امر کو صراحت کے ساتھ واضح کرتی ہے کہ معدول الیہ دو صورتوں میں متحقق ہو سکتا ہے: یا تو قیاسِ خفی کی شکل میں جو قیاسِ جلی سے زیادہ قوی ہو، یا کسی مستقل شرعی دلیل کی صورت میں، جیسے نص یا اجماع۔

حافظ الدین نسفی فرماتے ہیں:[15]

"هو العدول عن موجب قياس إلى موجب قياس أقوى منه، أو إلى نص أو إجماع"

ترجمہ: استحسان یہ ہے کہ کسی قیاس کے تقاضے سے عدول کرکے ایسے قیاس کے تقاضے کی طرف رجوع کیا جائے جو اس سے زیادہ قوی ہو، یا کسی نص یا اجماع کی طرف۔

یہاں نص اور اجماع کی صراحت اس حقیقت کو مزید مضبوط کرتی ہے کہ معدول الیہ ہمیشہ کسی مستند اور منصوص بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔

صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

"الاستحسان ترك موجب دليل إلى دليل أقوى منه يقتضي العدول"

ترجمہ: استحسان یہ ہے کہ ایک دلیل کے تقاضے کو ترک کر کے ایسی دلیل کی طرف رجوع کیا جائے جو اس سے زیادہ قوی ہو اور عدول کا تقاضا کرے۔

علامہ تفتازانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"وإنما سمي استحساناً لأن المجتهد يعدل فيه إلى ما هو أحسن وأقوى دليلاً".

ترجمہ: اسے استحسان اس لیے کہا گیا کہ مجتہد اس میں اس حکم کی طرف عدول کرتا ہے جو دلیل کے اعتبار سے زیادہ بہتر اور زیادہ قوی ہو۔

اسی طرح اصولیین نے وضاحت کی ہے کہ جب قیاس کے عموم کے مقابل نصِ خاص، اجماع، ضرورتِ معتبرہ یا عرفِ صحیح موجود ہو تو مجتہد قیاس کے تقاضے کو ترک کر کے اس راجح دلیل کی طرف رجوع کرتا ہے، اور یہی رجوع معدول الیہ کہلاتا ہے۔

ان تمام تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ معدول الیہ در حقیقت دلیلِ راجح ہے؛ خواہ وہ قیاسِ خفی ہو، نصِ خاص ہو، اجماع ہو، یا ایسی ضرورت و مصلحت جو شرعاً معتبر ہو۔ اس طرح استحسان ادلہ کے مابین ترجیح اور درجہ بندی کا ایک منضبط اصولی عمل ہے، نہ کہ محض ذوقی یا شخصی فیصلہ۔

رکن سوم: وجہ عدول

استحسان کے ارکان میں تیسرا اور نہایت اہم رکن وجہِ عدول ہے۔ اگر معدول عنہ قیاسِ جلی ہے اور معدول الیہ دلیلِ راجح، تو وجہِ عدول وہ علت، مصلحت یا شرعی مقتضی ہے جس کی بنا پر مجتہد ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ یہی وہ عنصر ہے جو استحسان کو منضبط، معقول اور اصولی بناتا ہے۔ در حقیقت وجہِ عدول کے بغیر استحسان کا تصور ممکن نہیں، کیونکہ محض قیاس کا ترک استحسان نہیں کہلاتا، بلکہ کسی قوی تر شرعی وجہ کی بنا پر قیاس سے عدول کرنا ہی استحسان ہے۔

امام سرخسی لکھتے ہیں:[16]

"العدول في المسألة عن مثل ما حكم به في نظائرها لدليل يوجب هذا العدول"

ترجمہ: کسی مسئلہ میں اس حکم سے عدول کرنا جو اس کے نظائر میں دیا گیا ہو، ایسی دلیل کی بنا پر ہوتا ہے جو اس عدول کا تقاضا کرے۔

یہاں "لدلیل یوجب ھذا العدول" دراصل وجہِ عدول ہی کی تعبیر ہے، یعنی کوئی ایسا شرعی مقتضی جو عام قیاس کے اطلاق کو روک دے۔

امام فخر الاسلام بزدوی فرماتے ہیں:[17]

"الاستحسان دليل ينقدح في نفس المجتهد، لا يمكنه إظهاره"

ترجمہ: استحسان وہ دلیل ہے جو مجتہد کے نفس میں ظاہر ہوتی ہے، مگر بعض اوقات وہ اسے پوری طرح بیان نہیں کر پاتا۔

اس عبارت کی تشریح میں اصولیین نے واضح کیا ہے کہ اس سے مراد کوئی غیر منضبط داخلی رجحان نہیں، بلکہ ایسی دقیق اور مخفی دلیل ہے جو ظاہر قیاس کے مقابلے میں زیادہ قوی ہو، لیکن اس کی تعبیر قیاس کی طرح آسان نہ ہو۔ یہی دقیق اور خفی مقتضی دراصل وجہِ عدول ہے۔

حافظ الدین نسفی لکھتے ہیں:18

"العدول عن موجب القياس لدليل أقوى منه"

ترجمہ: قیاس کے تقاضے سے ایسی دلیل کی بنا پر عدول کرنا جو اس سے زیادہ قوی ہو۔

یہاں "لدلیل أقوى" وہی وجہ ہے جو عدول کا سبب بنتی ہے، خواہ وہ نصِ خاص ہو، اجماع ہو، ضرورت ہو یا عرفِ صحیح۔

صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

"ترك موجب دليل إلى دليل أقوى منه يقتضي العدول"

ترجمہ: ایک دلیل کے تقاضے کو ترک کر کے ایسی دلیل کی طرف رجوع کرنا جو اس سے زیادہ قوی ہو اور عدول کا تقاضا کرتی ہو۔

علامہ تفتازانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:19

"وذلك لأن في بعض الصور معنى خفياً يوجب تخصيص القياس"

ترجمہ: اس لیے کہ بعض صورتوں میں ایک مخفی معنی پایا جاتا ہے جو قیاس کی تخصیص کا تقاضا کرتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ "معنی خفی" دراصل وجہِ عدول کی اصولی تعبیر ہے۔یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قیاسِ جلی کسی عام قاعدہ کے مطابق حکم دیتا ہے، مگر کسی خاص صورت میں ایسی مصلحت، ضرورت یا نصِ خاص موجود ہوتی ہے جو اس قاعدے کے عموم کو محدود کر دیتی ہے۔

اسی طرح اصولیین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ وجہِ عدول درج ذیل صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے:

1. نصِ خاص کا وجود
2. اجماع کا ثبوت
3. ضرورتِ عامہ یا خاصہ
4. عرفِ صحیح
5. مصلحتِ معتبرہ
6. قیاسِ خفی کی ترجیح

ان تمام صورتوں میں عدول کسی شخصی رجحان کی بنا پر نہیں بلکہ ایک معتبر شرعی مقتضی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ وجہِ عدول وہ شرعی سبب یا دلیل ہے جس کی بنا پر مجتہد قیاسِ جلی کے عام تقاضے کو ترک کر کے کسی اقویٰ دلیل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہی رکن استحسان کو محض قیاس کے ترک سے ممتاز کرتا ہے اور اسے ایک منضبط اصولی قاعدہ بناتا ہے۔

پس استحسان کے تینوں ارکان—معدول عنہ، معدول الیہ، اور وجہِ عدول—باہم مربوط ہیں، اور انہی کے مجموعے سے استحسان کی اصولی ساخت مکمل ہوتی ہے

معدول الیہ وہ اقویٰ شرعی دلیل ہے جس کی بنیاد پر مجتہد قیاسِ جلی سے عدول کرتا ہے۔ اس کی اساس ہمیشہ نص، اجماع، قیاسِ خفی یا کسی معتبر شرعی وجہ پر ہوتی ہے۔ اسی رکن کی بدولت استحسان ایک منہجی اور علمی اصول کی صورت اختیار کرتا ہے اور محض قیاس کے ترک کا نام نہیں رہتا۔

وجہ عدول

استحسان کے تین بنیادی ارکان میں تیسرا اور انتہائی اہم رکن وجہِ عدول ہے۔ اس رکن کی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ معدول عنہ (قیاس جلی) اور معدول الیہ (دلیل راجح) کے باوجود، ان سے عدول کا سبب صرف وجہِ عدول کی موجودگی میں ممکن ہوتا ہے۔ وجہِ عدول وہ شرعی علت، دلیلِ اقویٰ، مصلحت یا ضرورت ہے جس کی بنیاد پر مجتہد کسی عام قیاس یا معمولی قاعدے سے ہٹ کر زیادہ مناسب حکم اختیار کرتا ہے۔

امام سرخسی لکھتے ہیں:[20]

"العدول في المسألة عن مثل ما حكم به في نظائرها لدليل يوجب هذا العدول"

ترجمہ: کسی مسئلہ میں اس حکم سے عدول کرنا جو اس کے نظائر میں دیا گیا ہو، ایسی دلیل کی بنا پر ہوتا ہے جو اس عدول کا تقاضا کرے۔

یہ عبارت وضاحت کرتی ہے کہ وجہِ عدول کوئی شخصی رجحان یا سلیقہ نہیں بلکہ ایک معتبر شرعی مقتضی ہے۔ اسی وجہ سے استحسان محض قیاس کے ترک کو نہیں کہتے، بلکہ یہ قیاس کے مقابلے میں دلیلِ قوی کی بنیاد پر عدول کا نام ہے۔

امام فخر الاسلام بزدوی فرماتے ہیں:[21]

"الاستحسان دليل ينقدح في نفس المجتهد، لا يمكنه إظهاره"

ترجمہ: استحسان وہ دلیل ہے جو مجتہد کے نفس میں ظاہر ہوتی ہے، مگر بعض اوقات اسے پوری طرح بیان نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں "دلیل" سے مراد وہ شرعی وجہ ہے جو استحسان کی بنیاد بنتی ہے۔ یہ دلیل نصِ خاص، اجماع، ضرورت، عرف یا مصلحتِ معتبرہ ہو سکتی ہے، لیکن اس کا اثر عام قیاس کے مقابلے میں زیادہ قوی اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔

حافظ الدین نسفی لکھتے ہیں:[22]

"العدول عن موجب القياس لدليل أقوى منه"

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: قیاس کے تقاضے سے ایسی دلیل کی بناپر عدول کرنا جو اس سے زیادہ قوی ہو۔

صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

ترك موجب دليل إلى دليل أقوى منه يقتضي العدول".

ترجمہ: ایک دلیل کے تقاضے کو ترک کر کے ایسی دلیل کی طرف رجوع کرنا جو اس سے زیادہ قوی ہو اور عدول کا تقاضا کرتی ہو۔

علامہ تفتازانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:[23]

"وذلك لأن في بعض الصور معنى خفياً يوجب تخصيص القياس"

ترجمہ: بعض صورتوں میں ایک مخفی معنی پایا جاتا ہے جو قیاس کی تخصیص کا تقاضا کرتا ہے۔

یہ "معنی خفی" دراصل وجہ عدول کی اصولی تعبیر ہے، یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قیاسِ جلی کسی عام قاعدہ کے مطابق حکم دیتا ہے، لیکن کسی خاص صورت میں نصِ خاص، ضرورت یا مصلحتِ معتبرہ اس قاعدے کے اطلاق کو محدود کر دیتی ہے۔

وجہ عدول کی اہمیت اس میں ہے کہ یہ استحسان کو منضبط، معقول اور اصولی بناتا ہے، اور اسے محض قیاس کے ترک یا ذاتی سلیقے سے ممتاز کرتا ہے۔ تو حاصل یہ ہوا کہ وجہِ عدول وہ شرعی سبب یا دلیل ہے جس کی بنیاد پر مجتہد قیاسِ جلی کے عام تقاضے کو ترک کر کے کسی اقویٰ دلیل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہی رکن استحسان کو محض قیاس کے ترک سے ممتاز کرتا ہے اور اسے ایک منضبط اصولی قاعدہ بناتا ہے۔ وجہ عدول استحسان کی عملی افادیت اور عصری معنویت کے لیے بنیادی رکن کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ یہ اصول کو حقیقی اجتہادی عمل میں قابل اطلاق بناتی ہے۔

عصری معنویت

استحسان کی عصری معنویت اس بات میں واضح ہوتی ہے کہ یہ فقہی اصول صرف کلاسیکی متون تک محدود نہیں بلکہ جدید مسائل کے حل میں بھی قابل اطلاق ہے۔ استحسان کی بنیاد قیاس یا نصوص کے مقابلے میں آسانی، مصلحت، اور رفع حرج پر ہے، اور یہ اجتہادی لچک پیدا کرتا ہے۔

1- رفع حرج اور سہولت

استحسان کے ذریعے فقہی احکام میں آسانی اور رفع حرج کو ترجیح دی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ"[24]

یعنی جو شخص مجبور ہو، نہ سرکشی کرے اور نہ حد سے تجاوز کرے، اس پر گناہ نہیں۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ شرعی اصول میں انسانی مشکلات اور ضروریات کے پیشِ نظر استثناء اور آسانی کی گنجائش ہے، جو استحسان کا عصری مفہوم ہے۔

2- اجتہادی لچک اور معاشرتی ہم آہنگی

استحسان مجتہد کو اجازت دیتا ہے کہ وہ نصوص یا قیاس کے عمومی تقاضوں کے مقابلے میں معاشرتی حالات کے مطابق فیصلہ کرے۔ امام سرخسی لکھتے ہیں:

"الاستحسان ترك القياس و الأخذ بما يوافق الناس"

"استحسان قیاس کو ترک کرنا اور وہ اختیار کرنا جو لوگوں کے لیے آسان اور مفید ہو"

یہ اصول آج کے معاشرتی اور قانونی مسائل میں اجتہادی لچک کی بنیاد فراہم کرتا ہے، جیسے جدید تعلیمی یا طبی حالات میں کسی قواعد کی پابندی کے بجائے انسانیت اور فوری ضرورت کو ترجیح دینا۔

3- ضرورت اور مصلحت کی ترجیح

استحسان کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ یہ عمومی اصول یا قیاس کے مقابلے میں ضرورت یا مصلحت کو ترجیح دیتا ہے۔ علامہ فقیہ حلوانی فرماتے ہیں:

"استحسان قیاس کا ترک کرنا ہے اس سے قوی دلیل کی وجہ سے جو کتاب، سنت یا اجماع میں ہو"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عصری معنویت میں استحسان ہمیں جدید معاشرتی حالات میں شرعی حل تلاش کرنے کی اجازت دیتا ہے جو زیادہ انسانی، موثر اور عملی ہوں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

4-جدید فقہی مسائل میں اطلاق

استحسان کے ذریعے جدید مسائل جیسے اسلامی بینکاری، ٹیکنالوجی، ماحولیاتی قوانین، اور بین الاقوامی تجارتی معاملات میں بھی شرعی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ مثلاً اسلامی بینکاری میں سود (ربا) سے بچنے کے لیے جدید معاہدے استحسان کی روشنی میں وضع کیے جاتے ہیں، جو قیاس یا نصوص کی محدودیت کے مقابلے میں زیادہ مؤثر اور قابل قبول ہیں۔

4-معاشرتی عدل اور انسانی فلاح

استحسان کی عصری معنویت انسانی حقوق اور معاشرتی عدل سے بھی جڑی ہوئی ہے۔ ابن عربی لکھتے ہیں:[25]

"ترك مقتضى الدليل على طريق الاستثناء والترخص، لمعارضة ما يعارض به في بعض مقتضياته"

یعنی دلیل کے بعض تقاضوں میں تعارض کے سبب استثناء یا رخصت کو ترجیح دینا، جو استحسان کے عملی مظاہر میں شامل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ استحسان آج کے دور میں انسانی فلاح اور معاشرتی انصاف کے لیے بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

خلاصہ بحث

زیر نظر تحقیقی مقالے میں استحسان کے شرائط و ارکان کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور اس کی عصری معنویت پر روشنی ڈالی گئی۔ استحسان ایک معتبر فقہی اصول ہے جو کلاسیکی فقہ میں قیاس یا نص کے مقابلے میں اجتہادی اور عملی لچک فراہم کرتا ہے۔ تحقیق سے واضح ہوا کہ استحسان تین بنیادی ارکان پر قائم ہے: معدول عنہ، یعنی وہ قیاس یا قاعدہ جس سے عدول کیا جاتا ہے؛ معدول الیہ، یعنی وہ حکم یا قاعدہ جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے؛ اور وجہ عدول، یعنی عدول کی بنیاد جو زیادہ مضبوط دلیل، آسانی، رفعِ حرج یا مصلحت پر مشتمل ہو۔ یہ ارکان فقہی متون جیسے امام السرخسی، امام کرخی، فخر الاسلام البزدوی، اور وھبہ زحیلی کی روشنی میں واضح ہوئے اور استحسان کی عملی بنیاد کو تقویت دی۔

تحقیق میں قرآن و سنت کی نصوص کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات بھی سامنے آئی کہ استحسان شرعی اعتبار سے مشروع ہے۔ احادیث نبوی ﷺ جیسے قہقہ اور وضو کے مسائل استحسان کی عملی حیثیت کو واضح کرتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ استحسان صرف نظری اصول نہیں بلکہ عملی اجتہادی عمل کا بھی حصہ ہے، جو شریعت کے مطابق انسانی آسانی اور رفعِ حرج کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔

عصری معنویت کے تناظر میں استحسان آج بھی جدید مسائل کے حل میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ اصول نہ صرف معاشرتی ہم آہنگی، انسانی فلاح اور حقوق کی حفاظت کو ممکن بناتا ہے بلکہ جدید فقہی اور قانونی مسائل میں بھی اجتہادی لچک فراہم کرتا ہے۔ اس کے ذریعے جدید معاشرتی، اقتصادی اور قانونی چیلنجز جیسے اسلامی بینکاری، ٹیکنالوجی، اور بین الاقوامی تجارتی معاملات میں بھی شریعت کے مطابق رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اس کی عصری اہمیت اس بات میں واضح ہے کہ یہ کلاسیکی فقہ کے دائرے سے آگے بڑھ کر جدید دور کے مسائل میں بھی شریعت کی عملی تطبیق کو ممکن بناتا ہے۔ استحسان کے شرائط و ارکان کی علمی جانچ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ اصول نہ صرف اجتہادی آزادی فراہم کرتا ہے بلکہ معاشرتی عدل، انسانی فلاح اور آسانی کے حصول کے لیے بھی کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

نتائج بحث

1. تحقیق سے واضح ہوا کہ استحسان تین بنیادی اجزاء پر قائم ہے: معدول عنہ، یعنی وہ قیاس یا قاعدہ جس سے عدول کیا جاتا ہے؛ معدول الیہ، یعنی وہ حکم یا قاعدہ جس کی طرف عدول کیا جاتا ہے؛ اور وجہ عدول، یعنی عدول کی بنیاد جو زیادہ مضبوط دلیل، آسانی، رفع حرج یا مصلحت پر مشتمل ہو۔ یہ ارکان فقہی متون جیسے امام السرخسی، امام کرخی، فخر الاسلام البزدوی، اور وھبہ زحیلی کی روشنی میں واضح ہوئے اور استحسان کی عملی بنیاد کو تقویت دیتے ہیں۔

2. استحسان کی مشروعیت قرآن و احادیث نبوی ﷺ کی نصوص سے ثابت ہوتی ہے۔ یہ اصول اجتہادی عمل میں رہنمائی فراہم کرتا ہے اور انسانی آسانی، رفع حرج، اور شریعت کے مطابق درست فیصلے کرنے میں معاون ہے۔

3. استحسان ہمیشہ کسی موجودہ قیاس یا نص کے مقابلے میں عمل کرنے پر مبنی ہے۔ استحسان کے قیام کے لیے موجودہ نصوص، قواعد کلیہ، اصول شرعیہ، اور قیاس اصطلاحی کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

4.عصری معنویت کے تناظر میں استحسان جدید مسائل جیسے اسلامی بینکاری، ٹیکنالوجی، اور بین الاقوامی تجارتی معاملات میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ معاشرتی ہم آہنگی، انسانی فلاح، حقوق انسانی کے تحفظ، اور اجتہادی لچک فراہم کرنے میں مددگار ہے۔

5.استحسان نہ صرف نظری اصول ہے بلکہ عملی اجتہادی عمل کا حصہ بھی ہے۔ یہ فقہی مسائل میں اجتہادی آزادی، آسانی، اور مصلحت کے مطابق فیصلے کرنے کی صلاحیت فراہم کرتا ہے اور کلاسیکی فقہ کے دائرے سے آگے بڑھ کر جدید دور کے مسائل میں شریعت کی عملی تطبیق کو ممکن بناتا ہے۔

تجاویز وسفارشات

1.استحسان کے مطالعے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ جدید فقہی مسائل میں اس کے اطلاق کی تفصیلی رہنمائی فراہم کی جا سکے، خاص طور پر ٹیکنالوجی، بینکاری، اور بین الاقوامی تجارتی قوانین کے تناظر میں۔

2.عصری معنویت کے لیے ضروری ہے کہ فقہاء اور اصولیین کلاسیکی متون کی روشنی میں استحسان کے عملی اطلاق پر مسلسل غور کریں تاکہ موجودہ دور کے معاشرتی، اقتصادی، اور قانونی مسائل میں شریعت کے مطابق حل ممکن ہو۔

3.استحسان کے ارکان اور شرائط کو جدید فقہی نصوص اور عملی مثالوں کے ساتھ واضح کیا جائے تاکہ اجتہادی عمل میں فہم و ادراک آسان ہو اور علماء و محققین کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنے۔

4.تعلیم اور تحقیقی ادارے استحسان کے اصول اور عصری افادیت پر ورکشاپس، سیمینارز، اور تحقیقی مقالوں کے ذریعے آگاہی بڑھائیں تاکہ نوجوان علماء اور طلباء اس فقہی اصول کی علمی اور عملی اہمیت سے واقف ہوں۔

5.مزید تحقیقی کام استحسان کی عصری تطبیق پر کیا جائے، جس میں مختلف فقہی مکاتب فکر کے نقطۂ نظر، عملی مثالیں، اور اجتہادی اختلافات کو شامل کیا جائے تاکہ استحسان کے وسیع تر استعمال اور عملی افادیت پر جامع تجزیہ ممکن ہو۔

حوالہ جات

1. السّرخسی، شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد، اصول السرخسی، ج:1، ص:45، لاہور: دار الفکر، 2005۔
2. کرخی، ابو بکر، اصول کرخی، ص:112، ریاض: دار النشر الاسلامی، 1999۔
3. ایضاً
4. المحبوبی، عبید اللہ بن مسعود، التوضیح والتلویح، ج:1، ص:33، دمشق: دار الکتب العلمیہ، 1972۔
5. ایضاً
6. البزدوی، فخر الاسلام علی بن محمد، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، ج:1، ص:87، قاہرہ: مطبعۃ الباز، 1967۔
7. المحبوبی، عبید اللہ بن مسعود، التوضیح والتلویح، ج:1، ص:33، دمشق: دار الکتب العلمیہ، 1972۔
8. النسفی، حافظ الدین ابو البرکات، المنار فی اصول الفقہ، ج:1، ص:56، بیروت: دار المعرفہ، 1980۔
9. الشاشی، نظام الدین، الاصول، ج:1، ص:23، بغداد: دار الکتب، 1954۔
10. زحیلی، وھبہ، اصول الفقہ الاسلامی ج:3، ص:145، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994۔
11. ابن ہمام، محمد بن محمد، فتح القدیر، ج:1، ص:78، قاہرہ: دار الکتب العلمیہ، 1985۔
12. خالد سیف اللہ رحمانی، محاضرات اصول فقہ، ص:234
13. سمرقندی، شمس الدین، مواقف الفقہاء فی اصول الفقہ، ج:1، ص:62، بیروت: دار المعرفہ، 1990۔
14. خالد سیف اللہ رحمانی، محاضرات اصول فقہ، ص:245
15. سرخسی، ابو بکر محمد بن احمد، المبسوط فی الفقہ الحنفی، ج:2، ص:102، لاہور: دار الفکر، 2005۔
16. ایضاً

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

17. ابو بکر ابن عربی، احکام القرآن، ج:1، ص:34، قاہرہ: دار الکتب الاسلامیہ، 1978ء
18. ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ج:12، ص456
19. فقیہ حلوانی، شرح استحسان فی الفقہ، ج:1، ص:41، بیروت: دار المعرفہ، 1983ء
20. اصول السرخسی، ج:1، ص345
21. تفتازانی، صدر الشریعہ، المنہاج فی اصول الفقہ، ج:1، ص:66، بیروت: دار المعرفہ، 1991ء
22. ایضاً
23. المحبوبی، عبید اللہ بن مسعود، التوضیح والتلویح، ج:2، ص:123، دمشق: دار الکتب العلمیہ، 1972ء
24. زحیلی، وھبہ، اصول الفقہ الاسلامی ج:1، ص:89، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994ء
25. ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبد اللہ، أحکام القرآن، ج:2، ص:756، بیروت: دار الکتب العلمیة، 2003ء